تحریر ڈاکٹر غلام قادر وانی ارن بانڑی پورا□□□□□
آ□□□□□□ حمید دیوانی
Bakya

محاذ رائے شماری کی قومی تحریک کو اقتدار کے عوض فروخت کر کے جب شیخ
محمد عبداللہ نے بیعنامہ امرتسر کے نئے ایڈیشن پر دستخط کیے تو دنیا کو بھارت
نے یہ فریب دینے کی کوشش کی کہ کشمیری من حیث القوم اجتماعی طور پر
اپنے مطالبہ آزادی سے دستبردار ہوگئے ہیں۔ ایک طرف شیخ عبداللہ کو اقتدار
کی کرسی پر براجمان کیا گیا ۔دوسری طرف جیلوں اور پوچھ گچھ کے مراکز
میں پابند سلاسل نوجوانوں کو مبتلائے عذاب رکھ کر اس ایکارڑ کے خلاف ابھرنے
والی ہر آواز کو دبانے کی پوری کوشش کی گئی۔ اخباروں پر قدغن عائد کر دی
گئی۔ قوم کو سلانے کے لیے ساحر ''الموط'' نے برگ حشیش کا نسخہ پھر سے
آزمایا۔حکمران نے ساحری کے تمام گر آزمائے۔یہاں تک کہ 1976ء کے اواخر تک
پورے کشمیر میں قبرستان کا سناٹا چھا گیا۔جو ''سر پھرا''تھا وہ جیل میں بند پڑا
تھا۔ جو باقی بچے تھے ان پر ترغیب و تحریص کے جال پھینکے گئے۔ اور محمد افضل
بیگ کی قیادت میں حریت پسند نوجوانوں نے ایکارڑ کی حمایت کے عوض اپنی
بحالی قبول۔ وہ ہماری اجتماعی ضمیر کشی اور بد عہدی کا زمانہ تھا۔
حکمران پارٹی کے غنڈوں کو ہدایت ملی کہ جو زبانیں''اختلاف''کی بولی بولتے
ہوں ان کو گدی سے کھینچ کر مجاہد منزل بھجا جائے۔ بھارتی استعمار کے لنگر
سے کھانے والے ان روٹی توڑ قلندروں نے سرعام شرفا کو زلیل کرنے اور ان پر
قاتلانہ حملے کرنے کا مذموم سلسلہ شروع کیا۔ شہید غلام محمد بلہ انتہائی بے
دردی کے ساتھ زنداں کی چار دیواری کے اندر شہادت کے درجے تک پہنچائے گئے۔
غلام حسن شیخ وترگامی اور غلام محمد نائیکو جیسے لوگ آہنی سلاخوں کے
پیچھے اپنی برہنہ گفتاری اور بے داغ جوانی کے جرائم کی پاداش میں زندگی کے
ایام گزارنے پر مجبور کئے گئے۔ سید عبدالوحید کرمانی اور خوجہ بشیر احمد لون
جیسے طالب علموں کا تعلیمی کیریئر تباہ کرنے کے سامان مہیا کئے گئے۔ فظل
الحق قریشی، عبدالحمید وانی، عبدالعزیز شیخ، محمد رفیق وانی، شبیر احمد
شاہ، عبدالرزاق سوپوری اور محمد مصدق عادل جیسے نوجوان اور باصلاحیت
کے لالے قانون کی تلوار سے مجروح کئے MISAافراد آزادی کا نام لینے کے جرم میں
گئے۔ ان دنوں بیوروکریسی کے سیہ گوش حواری اور وطن فروش آفسروں کے
کاندھوں پر بھارت کا تخت و تاج قائم تھا۔
1976ء میں زنداں کی آبادی میں مزید اظافہ ہوا جب جماعت اسلامی پر پابندی
کا دائرہ دفعہ 370 کے باوجود وزیر اعلیٰ نے کشمیر تک بڑھایا اور جماعت اسلامی
کے پانچ ممبران قانون ساز اسمبلی سمیت اسکے سینکڑوں ارکان محبوس بنائے
گئے۔ پورے کشمیر میں جبر واستبداد کا رقصِ ابلیس جاری تھا ۔ اخبار خاموش تھے
۔ زبانوں پر قدغن تھی۔ بڑے بڑے چنار قد رہبر منہ میں گھنگھیاں ڈالے بیٹھے تھے۔
اہل خرد حکمرانوں کی " ذاذ خائی " کر رہے تھے۔ کاسہ لیسوں اور خوشامدیوں
کے سارے نیارے ہو گئے۔ ملازمتیں اور پرمٹ چھوہاروں کی طرح بٹ رہے تھے۔
سر عام ضمیر کا نیلام ہو رہا تھا۔ سیم و زر کے عوض خودی کا سودا عام ہوا۔

پس دیوار زندان دلوں سے ہوک اٹھتی تھی کہ بار الٰہا! اس قوم میں ایک صاحب دل بھی نہیں جو اس صورتحال پر آہ و فغاں ہی کرتا۔ کیا دنیائے انسانیت کو ہماری حالت زار کا علم نہیں۔ کیا ہمارے پڑوس میں بھی ہماری کسی کو خبر نہیں۔ کیا بیرون ملک کشمیری بھی اپنے ہم وطنوں کی مصیبت سے بے خبر ہیں؟ اسی زمانے میں پروفیسر محمد سعید گیلانی کشمیر یونیورسٹی چھوڑ کر امریکہ چلے گئے کیونکہ انکو صورت حال نے سنجیدگی کی حد تک منتشر و مضطرب کیا تھا۔ ان صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں بھارتی طیارے اغوا اور عبدالحمید دیوانی نے جب اسے لاہور ہوائی اڈے پر اتارا تو اس کا ایک مطالبہ تھا کہ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری سے انکی بات کرائی جائے تاکہ حمید دیوانی اور اس کے ساتھی اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل سے کہدے کہ ریاست جموں و کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور اس کے مستقبل کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ اس طرح شہید حمید دیوانی کشمیر کے نوجوانوں کی آواز اقوام عالم تک پہنچانا چاہتے تھے اور اس بات کی وضاحت دنیا بھر کی قوموں کے سامنے کرنا چاہتے تھے کہ اگر شیخ عبداللہ بک گیا تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کشمیری قوم اپنے بنیادی مطالبہ آزادی سے دستبردار ہو گئی۔ اس کے بعد کیا ہوا۔۔ حمید دیوانی کس طرح گلگت کی جیل میں مبتلائے عذاب رہے۔ لاہور کے شاہی قلعے میں ان پر کیا بیتی، دلائی کیمپ کے تعذیب خانے میں ان پر اور انکے نوجوان ساتھیوں پر مظالم کے کتنے پہاڑ توڑ ڈالے گئے، یہ ایک الگ داستان ہے اور اس کا ایک ایک ورق بزبان حال کہہ رہا ہے کہ

من از بیگا نگاں ہر گز نہ مسلم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اس کے بعد حمید دیوانی مکمل طور پر ریاست بدر ہو گئے۔ جلاوطنی کے صبر آزما سفر کے بعد،قیدوبند کی طویل مصیبتوں نے انکے وجود کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ انکی صحت گرتی چلی گئی، شاہی قلعہ کی سختیوں کے بعد انکی بینائی برائے نام رہ گئی، کافی علاجِ معالجہ کے بعد ایک طاقتور عینک کے استعمال کے بعد وہ پڑھنے لکھنے کی حد تکَ ٹھیک ہو گئے۔ رہائی کے بعد وہ عزیزوں اور دوستوں کی یاد میں تڑپتے رہے۔ ان کے بچے اور اہلیہ طویل جدائی کے المناک دنوں کے بعد ایک سال قبل انکے پاس لاہور پہنچے اور اس وصال کے ٹھیک ایک کچھ ماہ بعد وہ اپنے تمام چاہنے والوں کو سوگوار چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔

حمید دیوانی کے دل میں وطن عزیز کی غلامی، دوستوں کی جدائی، اپنوں کی بے وفائی، زمانے کی ستم ظریفی اور حالات کی رنگینی و سنگینی نے جو سوراخ کر دیا تھا وہ بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ گیا کہ حمید دیوانی جیسے قوی الاعصاب اور مظبوط ادارے کے مالک کا چراغ زندگی گل کر کے رکھ دیا اور وہ اچانک بلکل بتائے بغیر، مسکراتے ہوئے ہارٹ اٹیک کا شکار ہو گئے۔
شہید عبدالحمید دیوانی اصطلاح عام میں" یار باش " تھے۔۔۔
جاری ہے